(اسماء وصفات کورس)

تیسرا حصہ

نکلے تیری تلاش میں

نگہت ہاشمی

النور پبلیکیشنز

(اسماء وصفات کورس)

تیسرا حصہ

نکلے تیری تلاش میں

نگہت ہاشمی

النور پبلیکیشنز

نام کتاب : نکلے تیری تلاش میں (اسماء وصفات کورس) تیسرا حصہ

مصنفہ : نگہت ہاشمی

طبع اول : دسمبر 2017ء

تعداد : 1200

ناشر : النور انٹرنیشنل

لاہور : 102-H گلبرگ III، نزد فردوس مارکیٹ، لاہور

فون نمبر : 0336-4033045, 042-35881169, 042-35851301

کراچی : گراؤنڈ فلور کراچی بیچ ریزیڈنسی نزد بلاول ہاؤس، کلفٹن بلاک II، کراچی

فون نمبر : 0336-4033034، 021-35292341-42

فیصل آباد : 121-A فیصل ٹاؤن، ویسٹ کینال روڈ، فیصل آباد

فون نمبر : 03364033050، 041-8759191

ای میل : sales@alnoorpk.com

ویب سائٹ : ww.alnoorpk.com

فیس بک : Nighat Hashmi, Alnoor International

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دو چیزیں ہیں جو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ان شاء اللہ اس سیشن میں ہم دیکھیں گے۔

پہلی چیز: اسماءِ حسنیٰ اور صفاتِ عالیہ دراصل انسان کی فطری تلاش کا جواب ہے۔

دوسری چیز: اللہ تعالیٰ کی خاص صفت جس کی وجہ سے انسان کے اندر بہت بڑی تبدیلی آتی ہے وہ ہے صفتِ علم۔

سیدنا لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا تھا:

يٰبُنَيَّ اِنَّهَآ اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِيْ صَخْرَةٍ اَوْ فِي السَّمٰوٰتِ اَوْ فِي الْاَرْضِ يَاْتِ بِهَا اللّٰهُ (لقمان :16)

''اے میرے چھوٹے بیٹے! اگر کوئی چیز رائی کے دانے کے وزن کی ہو، پس وہ کسی چٹان میں ہو یا آسمانوں میں ہو یا زمین میں تو اللہ تعالیٰ اُس کو لے آئے گا۔''

کیونکہ اللہ تعالیٰ اس کے بارے میں جانتا ہے، اللہ تعالیٰ سے وہ چھپا ہوا نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ قدرت رکھتا ہے، اس کی قدرت سے کوئی چیز باہر نہیں ہے۔

پہلی چیز: یہ ہے کہ میں اس کے بارے میں جانوں جس نے مجھے پیدا کیا۔ وہ کون ہے؟ وہ کیسا ہے؟ میری نظریں اسے دیکھ نہیں سکتیں، میرے کان اسے سن نہیں سکتے، اس کے بارے میں کیسے جانوں؟ اسماءِ حسنیٰ دراصل اس فطری تلاش کا جواب ہیں۔

پھر یہ کہ اللہ تعالیٰ کے جتنے نام ہیں، اللہ تعالیٰ کی جتنی صفات ہیں وہ انسان کی نسبت سے ہیں۔ یعنی ایسا نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام اور اس کی صفات اتنی ہی ہیں جتنی ہمیں بتائی گئیں۔ اللہ تعالیٰ کی تمام صفات کا ہم اپنی عقل سے اندازہ نہیں لگا سکتے۔ ہمیں اتنی ہی صفات بتائی گئیں جن کی ہمیں ضرورت تھی۔ اس کے بارے میں رب العزت نے ہمیں بتا

دیا کہ فطری طور پر انسان یہ چاہتا ہے:

کوئی ہو جو میری سنے

میں جب کہوں وہ میری بات جان لے

وہ پوری قدرت رکھتا ہو کہ ان معاملات میں میری مدد کر سکے

ظاہر ہے محض سن لینا تو کافی نہیں ہے، کتنے ہی لوگ ہیں جو سناتے ہیں لیکن ان کی بات سنی ان سنی کر دی جاتی ہے۔ انسان اللہ تعالیٰ کی ذات میں سماعت کو کمال پر دیکھتا ہے کیونکہ اس کا نام ''السمیع'' ہے اس کی وجہ سے اس کے دل کے اندر یقین اترتا ہے کہ وہ ہے جو سب کی سنتا ہے۔ ایک ہی وقت میں زمین و آسمان میں کتنی مخلوقات ہیں سبھی اس کو پکارتے ہیں اور وہ سب کی سنتا ہے۔ پھر کوئی مشکل لمحہ زندگی میں ایسا ہوتا ہے اور یہ لمحے آتے ہی رہتے ہیں جب انسان کو اللہ تعالیٰ کی مدد کی ضرورت ہوتی ہے۔ جیسے کوئی شدت کا بیمار اپنی زندگی سے مایوس ہو چکا ہو، جس کو کوئی امید باقی نہ ہو، پھر بھی اللہ تعالیٰ کی ذات سے اس کا جو تعلق ہے اس کی وجہ سے وہ جانتا ہے کہ کوئی ہے:

جو مردہ ہڈیوں میں جان ڈال سکتا ہے

جو کسی چیز کو عدم سے وجود میں لاتا ہے

جب بیمار ہو جائیں تو وہی شفا دیتا ہے

اس سے امید باندھنے والا کبھی ناکام نہیں ہوتا

اللہ تعالیٰ کے اس نام کی وجہ سے کس طرح سے انسان اس سے دعائیں کرتے ہیں۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں رمضان اور روزے کے احکامات کے درمیان جب دعا کی بات کی تو اپنی کچھ صفات کا تعارف کروایا:

وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ (البقرہ:186)

''اور جب میرے بندے آپ سے میرے بارے میں سوال کریں۔''

آپ تصور (Imagine) کریں ساری دنیا سوال کر رہی ہے اور اپنے پیدا کرنے والے کے بارے میں سوال کر رہی ہے۔ ساری دنیا یہ سوال کرتی ہے کہ کون ہے جس نے ہمیں پیدا کیا؟ تو آپ انہیں بتادیں:

فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ (البقرہ:186)

''تو یقیناً میں قریب ہی ہوں، میں پکارنے والے کی دُعا قبول کرتا ہوں جب بھی وہ مجھے پکارتا ہے۔''

اسماء حسنیٰ کا یہ علم انسان کو کہاں سے کہاں لے جاتا ہے، وہ رہتا زمین پر ہے لیکن اس کی فکر، اس کی سوچ کیسے آسمان والے تک جا پہنچتی ہے۔

وہ زمین کی تنہائیوں میں رہے

گہرائیوں میں رہے

وہ صحراؤں میں ہو، میدانوں میں ہو

پہاڑوں پر ہو، سمندروں کی تہوں تک پہنچا ہوا ہو

اسے جب یہ علم ہوتا ہے کہ میرا ربّ ہے، وہ میری سنتا ہے تو کیسے اس کے رویے میں تبدیلی آجاتی ہے۔ اگر ہم یہ دیکھنا چاہیں کہ ہمارا اور اس رب کا کیا تعلق ہے تو یہ تعلق محض الفاظ کا نہیں ہے، یہ تعلق دراصل اس وقت مضبوط ہوتا ہے جب بندہ اپنے ربّ کے بارے میں جانتا ہے اور اس کے بارے میں غور و فکر کر کے اسے پالیتا ہے۔ جب وہ اپنے رب کو پالیتا ہے تو دراصل اس وقت اس کی زندگی میں اصل تبدیلی کا آغاز ہوتا ہے۔ اس لیے میں یہ سمجھتی ہوں کہ ہمیں یہ جاننے کی ضرورت ہے کہ:

وہ کیسا ہے؟

جیسا اس نے اپنی ذات کا تعارف کروایا

نبی ﷺ کی ایک حدیث میں ہمیں یہ ملتا ہے کہ: میں تیری ثنا کا حق ادا نہیں کر سکتا تو ویسا ہی ہے جیسے تو نے اپنی ثنا بیان کی ہے۔

لَا أُحْصِي ثَنَاءً عَلَيْكَ أَنْتَ كَمَا أَثْنَيْتَ عَلَى نَفْسِكَ

میں تیری ثناء، تیری تعریف کی گنتی اور اس کا احصاء و احاطہ نہیں کر سکتا، تو ویسا ہی ہے جیسا کہ تو نے خود آپ اپنی ذات کی تعریف کی ہے۔ (ترمذی:3493)

یعنی میرے پاس نہ الفاظ ویسے ہیں، نہ الفاظ کی حقیقت کا علم ہے اور نہ تیری ذات کے بارے میں اتنا گہرا ادراک رکھتے ہیں، اس لیے جو تو ہمیں بتا دے وہی آخری بات ہے۔ اس دنیا میں کسی انسان کی ہستی کی حقیقت کا تعین اللہ تعالیٰ کی ذات کے تعلق سے ہوتا ہے کہ کتنا وہ اپنے ربّ کے بارے میں جانتا ہے، کتنی وہ سمجھ رکھتا ہے، کتنا وہ غور و فکر کر کے اسے پا لیتا ہے۔ جتنی زیادہ آپ کے اندر غور و فکر کرنے کی صلاحیت پیدا ہو گی اتنا ہی زیادہ آپ کا فہم وسعت والا ہو جائے گا، اتنا ہی گہرا تعلق ہو گا، اتنی ہی زیادہ حکمت ملے گی، اتنا ہی زیادہ معاملات کو سمجھنے کی قوت بھی ملے گی۔

اصل میں اسماء حسنٰی کی وجہ سے سب سے بڑی تبدیلی جو انسان کے اندر آتی ہے وہ یہ کہ انسان اپنے مولا کے آگے جھک جاتا ہے اور اس کو دل سے اپنی بے بسی کا اظہار ہونے لگتا ہے اور جب وہ یہ اظہار کرتا ہے تو اس کے ہاتھ بھی دعا کے لیے اٹھ جاتے ہیں۔ یہ Point Of Reference ہے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ اور ہمارے بیچ میں جو سب سے بڑا تعلق ہے وہ دعا کا ہے۔

اسی لیے نبی ﷺ نے فرمایا: ”دعا ہی تو عبادت ہے۔“ (ابن ماجہ:3086)

دعا اللہ تعالیٰ کی پہچان کا ذریعہ ہے اور یہ دعا ہی ہے جس کی وجہ سے ہمارے حالات

اور ہمارے معاملات بدل جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں دعا کی حقیقت سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں دعائیں کرنا نصیب فرمائے (آمین)۔

انسان دراصل Seeking Animal یعنی متلاشی حیوان ہے۔ کبھی آپ نے دیکھا ایک بچہ کیسے اپنے اردگرد کی ہر چیز کی حقیقت کو تلاش کرنا چاہتا ہے۔ چھوٹے بچے کے لیے سب سے بڑی قوت (Power) ذائقے (Taste) کی ہوتی ہے اسی لیے ابتداء میں وہ ہر چیز کو چکھ کر اندازہ لگانا چاہتا ہے کہ یہ کیا چیز ہے اور اس کی حقیقت کیا ہے۔ اس لیے ہر چیز اس کے منہ میں جاتی ہے تو اسے پتہ چل جاتا ہے کہ یہ نقصان دہ چیز ہے یا فائدہ مند ہے یا یہ کیسی ہے۔ بہت گہرائی سے تو وہ ادراک نہیں کر سکتا لیکن کرنا ضرور ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ ہر چیز کو، اس کے دودھ کی بوتل (Bottle) اور اس کے اردگرد پڑی ہوئی تمام اشیاء، کچھ بھی اسے مل جائے ہر چیز منہ میں ڈال لیتا ہے۔ اگر کچھ نہ ملے تو اپنا ہاتھ ہی منہ میں ڈال لیتا ہے کیونکہ وہ ہر وقت تلاش میں ہے۔ یہ انسان کی اصل حقیقت ہے کہ:

انسان متلاشی ہے

اسے تلاش ہے

تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے اسے کس چیز کی تلاش ہے؟

آپ اپنی خوشیوں میں دیکھیں جب بے انتہاء خوشی ہوتی ہے تو اس کے فوراً بعد Back gear لگ جاتا ہے۔ جب انسان کسی چیز کو حاصل کر لے، کوئی ڈگری، کوئی جاب، کوئی بزنس، دنیا کا مال، کسی رشتے کی تلاش، کسی محبت کی تلاش ہو یا دنیا میں کچھ بھی سکون، اطمینان، خوشی جہاں بھی وہ تلاش کرنا چاہے ہر خوشی کے بعد ایک بے کلی بتاتی ہے کہ انسان کی مانگ کا جواب وہ خوشی نہیں تھی۔ انسان محض اس خوشی کی تلاش میں نہیں تھا بلکہ دراصل وہ یہ چاہتا ہے کہ کوئی ہستی ایسی ہو:

جو اس کی تمناؤں کا مرکز و محور ہو

جو اس کی مانگوں کا جواب ہو

جو اس کی کمیوں کی تلافی کر دے

انسان دراصل محتاج ہے اور اسے احتیاج ہے ایک ایسی ہستی کی جو اس کی احتیاج کو پورا کر دے۔ جو اس کی ضرورت کو پورا کر دے اب یہ ضرورت کسی بھی نوعیت کی ہو سکتی ہے۔ کیونکہ انسان کامل نہیں ہے، انسان کو اللہ تعالیٰ نے ایسا بنایا کہ وہ ناقص ہے تو اس کے نقص کی تلافی کرنے والی ذات اللہ تعالیٰ کی ہے۔ اسماء حسنیٰ دراصل اسی کا جواب ہے اور اللہ تعالیٰ کے جتنے اسماء وصفات ہمارے پاس پہنچے ہیں دراصل وہ ہمارے Reference سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات بہت عظیم اور وسعت والی ہے اور اسماء حسنیٰ کی صورت میں ہمیں اپنی کمی کا اور اپنی تلاش کا جواب مل جاتا ہے۔ مثال کے طور پر اللہ تعالیٰ کا ایک نام ''الغنی'' ہے غنی کا مطلب کیا ہوتا ہے؟

''بے نیاز''

بے نیاز کون ہوتا ہے؟

جس کے پاس بہت کچھ ہوتا ہے

اور جس کو کسی کی ضرورت نہیں ہوتی

جو کسی کا محتاج نہیں ہوتا

اللہ تعالیٰ الغنی ہے، وہ ایسی ہستی ہے جسے کسی سے کچھ لینے کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ اپنی طرف نظر ڈال کر دیکھیں آپ کو کیا کچھ لینے کی ضرورت ہے؟ سانس لینے کی ضرورت ہے تو آکسیجن چاہیے، پانی چاہیے، لباس چاہیے، آنکھ نے دیکھنا ہے تو روشنی چاہیے، چشمِ بصیرت چاہیے، آپ کے کان سننا چاہتے ہیں تو سننے کی قوت چاہیے، پیچھے پورا سسٹم چاہیے،

بولنے کی قوت چاہیے، رشتوں کی محبت چاہیے، سوچنے والا ذہن چاہیے، چلنے کے لیے ٹانگیں چاہیے، ٹانگوں کی قوت بھی چاہیے کیونکہ بعض اوقات ٹانگیں تو ہوتی ہیں لیکن قوت نہیں ہوتی۔ ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جن کو فالج ہو جاتا ہے۔ ایسے شخص کے پاس ٹانگیں بالکل صحیح سالم موجود ہوتی ہیں لیکن چل نہیں پاتے، اس لیے ٹانگ چاہیے تو ٹانگوں کی قوت بھی چاہیے اور اپنی ہر چیز کے لیے، ان کی قوتوں کے لیے ہم محتاج ہیں۔

انسان محتاج ہے اور اسے توفیق چاہیے، اللہ تعالیٰ کی مدد چاہیے۔ جو محتاج ہوتا ہے اسے اپنی احتیاج اپنی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے ایک ایسی ہستی کی ضرورت ہے جو کسی کا ضرورت مند نہ ہو لیکن ہر ایک کی ساری ضروریات پوری کر سکتا ہو۔ جب اللہ تعالیٰ کی صفت الغنی کا ہمیں پتہ چلتا ہے تو انسان کو یہ سمجھ آتی ہے کہ ہاں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ہستی ایسی نہیں ہے اور کوئی مخلوق ایسی نہیں ہے جو ایسی قوت رکھتی ہو کہ سب کی مدد کر سکے اور اسے کسی کی مدد کی ضرورت نہ ہو اور جو ہر ایک سے بے نیاز ہو۔ تو انسان کو پتہ لگ جاتا ہے کہ مجھے اسی کی تلاش تھی، اسی الٰہ کی تلاش تھی کہ جو میری ساری مانگیں پوری کر دے اور اسے یہ سمجھ آ جاتی ہے جب وہ اللہ کی کتاب میں پڑھتا ہے:

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ (فاطر:15)

”اے لوگو! تم سب اللہ تعالیٰ کے محتاج ہو، تم سب اللہ تعالیٰ کے آگے فقیر ہو اور اللہ تعالیٰ بے پروا، تمام تعریفوں کے لائق ہے۔“

اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے، بہت خوبیوں والا ہے اور کمال درجے کی خوبیاں رکھتا ہے۔ انسان کو زندگی کے لیے رزق چاہیے اور اس رزق کی تلاش میں انسان کس طرح مصروف عمل ہے۔ کوئی محنت کرتا ہے، کوئی نوکری (Job) کرتا ہے، کوئی بزنس کرتا ہے، کوئی اس کے لیے انڈسٹری لگاتا ہے، کوئی دوسرے کئی طرح کے کام کرتا ہے۔ رزق کے لیے اس دنیا

میں اتنی کوششیں (Efforts) ہو رہی ہیں کہ آپ کو لگے گا سب کچھ رزق کے حصول کے لیے ہو رہا ہے۔ ہمارے ہاں تعلیم بھی رزق کے حصول کے لیے ہے، مائیں اپنی ممتا بھری گود خالی کرتی ہے تو اس رزق کے حصول کے لیے تیار کرنے کے لیے اور جب کوئی پڑھ لکھ جاتا ہے تو توقع ہوتی ہے کہ اسے رزق مل جائے۔ لیکن بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ انگوٹھا چھاپ تو فیکٹریوں کے مالک ہیں اور جو اتنی ڈگریاں رکھتے ہیں ان کے پاس اپنی ضروریات پوری کرنے کے لیے بھی کچھ نہیں ہے۔ پڑھے لکھے لوگ ان کی فیکٹریوں میں ملازم ہو جاتے ہیں جو کچھ بھی نہیں جانتے۔ پھر انہیں سمجھ آتی ہے رزق ڈگریوں کے ساتھ وابستہ نہیں ہے، رزق میری محنت سے ملنے والا نہیں ہے بلکہ رزق کا مالک تو اللہ تعالیٰ ہے۔ جب اسے پتہ چلتا ہے کہ

اللہ تعالیٰ رازق ہے
رزق دینے والا ہے
وہ رزق کا مالک بھی ہے
رزق عطا کرنے کی توفیق بھی اسی کے پاس ہے
جس کو چاہتا ہے کشادہ رزق دیتا ہے
اور جس کے لیے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے
پھر
وہ اس مولا کے آگے ہاتھ پھیلا دیتا ہے
دل سے تسلیم کر لیتا ہے کہ
وہ رزق کا مالک ہے

حقیقت یہ ہے کہ جو کچھ بھی رزق کے حصول کے لیے چاہیے وہ سب کچھ بھی اللہ تعالیٰ

کے اختیار میں ہے اور جو کچھ بھی موجود ہے اس کی تقسیم کا اختیار بھی اسی کے پاس ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ''الرزاق'' کے بارے میں جب کسی کو فہم ملتا ہے کہ:

اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّۃِ الْمَتِیْنُ (الذریات:58)

''بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہی بے حد رزق دینے والا طاقت والا، نہایت مضبوط ہے۔''

تو اسے سمجھ آتی ہے کہ رزق اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے، یہ اس کا فیصلہ ہے، اس رزق کا مالک وہی ہے۔ میرے فیصلوں سے، میرے فہم سے کسی کو رزق ملنے والا یا کسی کا رزق چھوٹنے والا نہیں ہے۔ جب وہ رازق ہونے کی حیثیت سے اللہ تعالیٰ کو پالیتا ہے تو اس کا تعلق بدل جاتا ہے، وہ جھک جاتا ہے، وہ ہاتھ اٹھا دیتا ہے کیونکہ اسے پتہ ہے اس کا اختیار نہیں ہے۔ اب بات تو بڑی سادہ سی ہے اور آسان سی ہے لیکن سب لوگوں کا تعلق ایک جیسا نہیں جڑتا۔ جیسے سب کو پتہ ہے کہ ہم مرزوق ہیں، کسی سے رزق پاتے ہیں اور وہ رازق ہے لیکن ہر ایک کا فہم اس کے رازق ہونے کے بارے میں ایک جیسا نہیں ہے جس کی وجہ سے ہر ایک کا تعلق بھی ایک جیسا نہیں ہے۔

اسی طرح سے اللہ تعالیٰ کی کچھ صفات ایسی ہیں جن کی وجہ سے انسان کی زندگی میں بہت گہری تبدیلی آتی ہے۔ اس تبدیلی کے لیے الفاظ برتن کی حیثیت تو رکھتے ہیں لیکن غور و فکر کرنے سے ان برتنوں میں کچھ جائے گا اور اگر آپ غور و فکر نہیں کریں گے تو جانتے ہیں خالی برتن تو انسان کو نفع نہیں دیتے جب تک کہ انسان ان برتنوں میں کچھ ڈالتا نہیں ہے۔ پھر برتن میں آپ دودھ بھی ڈال سکتے ہیں پانی بھی، پانی بھی بہت اہم ہے لیکن دودھ زیادہ قابل قدر (Valuable) ہے۔ یہاں پر دودھ سے مراد زیادہ کوشش کرنا ہے یعنی فہم کے لیے زیادہ کوشش کرنا۔

جو بات میں آپ سے کہنا چاہتی ہوں وہ یہ ہے کہ آپ اسماء وصفات کے حوالے سے

کیسے کوشش (Effort) کریں گے، ایک تو یہ ہے کہ آپ انہیں یاد کرلیں کیونکہ یادداشت میں کوئی چیز ہوتی ہے تو بات آگے بڑھتی ہے۔لیکن یادداشت کی وجہ سے آپ کے فہم میں تبدیلی اس وقت تک نہیں آئے گی جب تک آپ غوروفکر نہیں کریں گے۔ اس لیے اب ہم اللہ تعالیٰ کی صفت علیم پر غوروفکر کریں گے (ان شاء اللہ تعالیٰ) اور اس میں آپ کا بھرپور تعاون چاہیے کیونکہ ہم اللہ تعالیٰ کے کلام سے وہ آیات ضرور آپ کے سامنے رکھیں گے لیکن آیات کے اندر غوروفکر کرنے کے لیے جب تک آپ تیار (Ready) نہیں ہوں گے، غوروفکر کے اس سفر میں ساتھ ساتھ نہیں ہوں گے اس وقت تک نفع نصیب نہیں ہوگا، اس ساری گفتگو کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔لہٰذا آپ میں سے ہر کوئی کوشش کرے گا چاہے کسی کی کوشش کم ہو اور کسی کی کوشش زیادہ ہو لیکن یہی میدان ہے۔

کون ہے جو اللہ تعالیٰ کی ذات سے اپنا تعلق نہ باندھنا چاہتا ہو؟

ہر کوئی تعلق چاہتا ہے

پھر اعلیٰ درجے کے تعلق کے لیے کیوں نہ کوشش کریں؟

لیکن!

اعلیٰ درجے کا تعلق اس کا جڑے گا جو اعلیٰ درجے کی کوشش کرے گا

اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو لفظ ہم بولتے ہیں، جو چیز ہمارے دل کے اندر ہوتی ہے، اللہ رب العزت نے فرمایا:

وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ

ہم اس کی رگ جان سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں۔(ق:16)

اور اس نے فرمایا:

اَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ

''اللہ تعالیٰ بندے اور اسکے دل کے درمیان حائل ہے۔'' (الانفال:24)

یعنی بندے کے دل میں جو بات آتی ہے وہ اس کے نوٹس میں بعد میں آتی ہے، اللہ تعالیٰ اسے پہلے سے جانتا ہے۔ آپ تصور (Imagine) کر کے دیکھئے اس وقت جو کچھ دل میں آ رہا ہے اللہ تعالیٰ پہلے سے جانتے ہیں۔ کوئی بات جو ہم دل میں چھپانا چاہتے ہیں اس سے چھپ نہیں سکتی۔

انسان کی زندگی میں خطا کا، غلطی کا آغاز تب ہوتا ہے جب اس کے ذہن میں، اس کے دل میں یہ آتا ہے کہ کسی کو پتا نہیں چلے گا، مجھے کسی نے نہیں دیکھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس ایک بات کو کس کس طریقے سے ہماری زندگی میں رکھا ہے کہ وہ آپ کو دیکھتا ہے، آپ کے بارے میں جانتا ہے، پوری طرح خبر رکھتا ہے۔ کیسے ہمارے شعور میں مستحضر کیا ہے جیسے آپ روزہ رکھتے ہیں تو روزے میں کوئی آپ کو نہیں دیکھتا، آپ کو بھوک لگی ہے، شدت کی پیاس ہے شدید گرمی کا موسم ہے، گھر میں ہر طرح کی نعمتیں موجود ہیں، مشروبات بھی، کھانے پینے کی چیزیں بھی اور تنہائی بھی لیکن آپ کے دل کے اندر یہ خیال پوری طرح راسخ ہو جاتا ہے کہ:

اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے اللہ تعالیٰ جانتا ہے

پھر آپ روزہ نہیں توڑتے۔ تمام تر تکلیف کو برداشت کرتے ہیں اور کتنی پیاری بات ہے جو اللہ رب العزت نے ارشاد فرمائی:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ كُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ لَهُ إِلَّا الصِّيَامَ فَإِنَّهُ لِي وَأَنَا أَجْزِي بِهِ . (مسلم: 2704، ابن ماجه: 1638)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

''بنی آدم کا ہر عمل اس کیلئے ہے سوائے روزے کے، کہ وہ خاص میرے لئے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا۔''

کیونکہ روزے میں اخلاص ہوتا ہے۔ انسان جانتا ہے کہ میرا رب مجھے دیکھتا ہے، میرا رب مجھے جانتا ہے۔ جب ایک انسان اس ایک بات پر یقین (Believe) کر لیتا ہے پھر وہ خطا نہیں کرتا۔ کتنی عجیب بات ہے اسی وقت وہ کھانے پینے سے تو رک جاتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ وہ بدی سے رک جائے تو اس سے نہیں رک پاتا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو اسی لئے بھیجا تھا کہ انسانوں کو شعور دلائیں اور نبی ﷺ نے فرمایا:

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رضي الله عنه قَالَ : قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : مَنْ لَّمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِهِ فَلَيْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ فِيْ أَنْ يَّدَعَ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ .(بخاری:1903)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص جھوٹ بولنا اور اس پر عمل کرنا نہ چھوڑے تو اللہ تعالیٰ کو کوئی ضرورت نہیں ہے کہ یہ شخص اپنا کھانا پینا چھوڑے۔''

اس سے ہمیں یہ پتا چلتا ہے کہ اصل میں کھانا پینا چھڑوانا مطلوب نہیں ہے جو چیز مطلوب ہے وہ برائی چھڑوانا ہے۔ لیکن انسان اللہ تعالیٰ کے دیکھنے کے احساس سے، اس کی خبر کی وجہ سے، اس کے علم کی وجہ سے یہاں تک پہنچ جاتا ہے کہ وہ بھوکا رہ لیتا ہے، پیاسا رہ لیتا ہے، اللہ تعالیٰ کی اس حد کی پابندی کرتا ہے۔ لیکن دوسری طرف آپ دیکھیں کہ وہی انسان ایک قدم آگے کیوں نہیں آ پاتے؟ روزے کی حالت میں کھانے پینے کے حوالے سے تو زیادہ Consciousness ہوتی ہے لیکن برے عمل کے بارے میں وہ Consciousness کیوں نہیں ہوتی؟

کیونکہ غور و فکر نہیں کیا ہوتا

اور دل کے اندر یقین نہیں اترا ہوتا

اصل بات یقین کی ہے

اور یقین غور و فکر کے بغیر نہیں آتا۔ اب ہم اللہ تعالیٰ کے ''العلیم'' ہونے کے حوالے سے دیکھیں گے کہ اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے۔ کھانے پینے کے حوالے سے تو اللہ رب العزت کی نگرانی کو محسوس (Feel) کرتے ہیں لیکن برائی کے وقت نہیں کر پاتے۔ اس کا مطلب ہے کہ تھوڑا سا Switch Over ہی کرنا ہے اور اگر ہم کھانا پینا چھوڑ سکتے ہیں تو برائی بھی چھوڑ سکتے ہیں۔ مشق (Practice) تو اللہ تعالیٰ نے پورے مہینے کی کروائی ہے لیکن کروائی اسی طرح سے کہ دیکھو کھانا پینا چھوڑتے ہو تو آپ کو اللہ پاک کی نظروں کا احساس، اس کے علم کا احساس، اس کی خبر کا احساس رہتا ہے جس کی وجہ سے آپ پابند ہو، اسی چیز کو اپلائی کر لو۔ لیکن اپلائی نہیں کرنا آتا کیوں؟

ہم میں سے کتنے ہی لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ یہ تو میری عادت ہے۔ یعنی جھوٹ بولنا عادت ہو تو جائز ہے۔ تو پھر چوری کرنا کسی کی عادت ہو یا گناہ کبیرہ کرنا کسی کی عادت ہو تو کیا سب کو اس طرح برائیوں کو اپنے اندر رکھنے کا سرٹیفکیٹ مل جاتا ہے؟

ہرگز نہیں!

یہ دھوکہ ہے جو ہمارا دشمن ابلیس ہمیں دیتا ہے اور کتنی آسانی سے وہ کسی کو بھی اپنے جال میں پھانس لیتا ہے۔ اصل میں یہ بات سمجھنے کی ضرورت ہے کہ برائی کا انسان کتنا ہی عادی ہو برائی چھوٹ جاتی ہے اگر Mind Set تبدیل ہو جائے۔ اسماء وصفات کا علم حاصل کرنے اور اس پر عمل کرنے سے ان شاء اللہ ذہن بدلے گا۔ اگر آپ اس کے لیے کوشش (Effort) کریں گے اور ایک ایک چیز کے بارے میں خود بھی غور کریں، اپنے دوسروں کو بھی اس کی طرف توجہ دلائیں لیکن اس کا اظہار ضرور کریں کیونکہ تذکرہ بہت

ضروری ہے۔

جب انسان کو یہ پتہ چل جائے کہ یہ بات اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہے تو پھر انسان اس کی ناپسند کو چھوڑتا ہے۔لیکن یہ اس شخص کی حالت ہے جو اپنے علم اور فہم میں بہت آگے پہنچ چکا ہو اور جو اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتا ہو۔جس کی ابھی محبت Develop نہیں ہوئی ،جس کا ابھی محبت کا تعلق مضبوط (Strong) نہیں ہوا اس کو یہ علم بھی ہو کہ اللہ تعالیٰ اسے ناپسند کرتے ہیں تو فرق نہیں پڑتا۔کیونکہ انسان مادی چیزوں پر توجہ دیتا ہے اور جو غیر مرئی چیزیں، نظر نہ آنے والی معنوی چیزیں ہیں ان کے بارے میں وہ اتنا محتاط (Conscious) ہی نہیں ہوتا حالانکہ سب سے زیادہ اس کے بارے میں محتاط (Conscious) ہونے کی ضرورت ہے۔پھر ان پر توجہ بھی نہیں دیتا، ان کو اپنے لیے عیب محسوس نہیں کرتا، اپنے لیے نقصان دہ محسوس نہیں کرتا اور اپنے لیے سزا کا باعث بھی نہیں سمجھتا، اس کو آنے والے کل میں رکھ کے نہیں دیکھتا کہ اس برائی کی وجہ سے مجھے کہاں تک پہنچا دیا جائے گا یہ بات اس کی سمجھ میں نہیں آتی یعنی مقصد واضح نہیں ہوتا۔یہ بات بڑی اہم ہے کہ انسان اپنے آپ کو پیغام دیتا ہے کہ یہ تو میری عادت ہے اور اس کو چھوڑا نہیں جا سکتا پھر اس کا انجام بھی نہیں دیکھتا حالانکہ انسان کو Result Based کام کرنے چاہئیں اور نتیجہ خیز عادات اپنانی چاہئیں، جن کا اچھا نتیجہ نکلنے والا ہو، جن کی وجہ سے انسان کو نفع پہنچنے والا ہو اور جو چیز نقصان دہ ہو اسے چھوڑ دینا چاہیے۔انسان کی عقل کا تقاضا یہ ہے کہ وہ نقصان دہ چیزوں کو چھوڑے، تو برائی انسان کے لیے نقصان دہ ہے اور ربّ العزت بھی انسان کو یہی بات سمجھاتے ہیں کیونکہ اس برائی کی وجہ سے جو اللہ تعالیٰ کی پسند کا کام کیا ہے وہ بھی ضائع ہو جائے گا۔مثال کے طور پر جھوٹ کی وجہ سے روزہ بھی ضائع ہو جائے گا کیونکہ روزہ پھر صرف بھوک پیاس رہ جائے گی حالانکہ روزہ ایک (Training) ہے۔

اللہ تعالیٰ کی صفت ''العلیم'' کو دیکھیں اس میں پہلی چیز یہ کہ اللہ تعالیٰ کے تین نام ہیں:

العالم، العلیم اور العلام

تو تینوں کا روٹ ایک ہے (ع ل م) اور علم جہالت کی ضد ہے۔ جہالت کہتے ہیں کسی چیز کو نہ جاننا اور علم کا مطلب ہے کسی چیز کو جاننا۔ عالم ایسے شخص کو کہتے ہیں جو علم رکھنے والا ہو یا جاننے والا ہو، العلام مبالغے کا صیغہ ہے اور اسی طرح سے العلیم میں بھی بہت زیادہ شدت پائی جاتی ہے۔ عالم کے مقابلے میں العلیم سب کچھ جاننے والا ہے، یعنی کچھ بھی جس سے چھپا ہوا نہیں ہے اور جاننے کا مطلب یہ ہے کہ اس نے کسی چیز کو پہچان لیا یا اسے اس چیز کی خبر ہے۔ یعنی کوئی علم والا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس چیز کو جانتا ہے جس کا اسے علم ہے اور وہ اس کی خبر رکھتا ہے یعنی اس کو ان کے سارے حالات کا علم ہے۔

قرآن حکیم میں ''العلیم'' نام ''157'' بار آیا ہے اس سے آپ اس کی اہمیت کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ مجھے العلیم کے حوالے سے جس آیت نے زندگی میں بہت متاثر کیا ہے وہ فرشتوں کا اظہار ہے:

قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا

''انہوں نے کہا: ''آپ پاک ہیں، جو کچھ آپ نے ہمیں سکھایا ہے اُس کے سوا ہمیں کچھ علم نہیں۔'' (البقرہ:32)

اس میں تعلق ہے، اس میں اظہار ہے کہ ہمارا علم آپ ہی کی جانب سے ہے۔ اصلاً جو چیز ہر انسان کو اپنے ذہن میں رکھنی ہے وہ یہ ہے کہ انسان کسی چیز کے بارے میں نہ علم رکھ سکتا ہے نہ علم پر اس کی کوئی قدرت ہے، نہ اس کا علمی حوالے سے کوئی کمال ہے۔ اس کے پاس جو علم ہے، اس کے پاس جو کمال ہے وہ اللہ تعالیٰ کی ذات کا کمال ہے اور اس کے پاس جو علم ہے وہ ربِّ عظیم کا دیا ہوا ہے۔

اِنَّکَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ (البقرہ:32)

''یقیناً آپ ہی سب کچھ جاننے والے، کمال حکمت والے ہیں''۔

اس آیت سے ہمیں یہ پتہ چلتا ہے کہ فرشتوں نے اعتراف کیا تھا کہ ہمارے علم کا مرکز، منبع، Origin آپ کی ذات ہے۔ جو آپ دے دیں وہ ہمیں ملتا ہے اور جو آپ نہ دیں وہ ہم نہیں سیکھ پاتے۔ ہر انسان کو اس آیت سے سبق لینا چاہیے جس چیز کا اس کے پاس علم نہیں اسے اپنے ربّ سے سوال کرنا چاہیے کیونکہ رب العزت سب کچھ جاننے والا ہے۔ جو علم ہے وہ اسی کا دیا ہوا ہے اور اسی نے علم کے ذرائع بھی دیئے مثلاً دیکھنا، بولنا، سننا، سمجھنا اسی نے سکھایا۔ قوتوں کا اختیار بھی اسی کے پاس ہے وہ جب تک چاہتا ہے کسی کو کوئی قوت دیتا ہے اور جب چاہتا ہے ان قوتوں کو زوال پذیر کر دیتا ہے یا ان قوتوں کو بالکل واپس لے لیتا ہے۔ جیسے اس نے قوتیں عطا کیں ہیں اسی طرح سے اس نے سارے علوم بھی سکھائے ہیں۔ اور انسانی علم کا آغاز کہاں سے ہوا کس علم سے؟

علم الاشیاء سے

اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے انسان کو اشیاء کے ناموں کا علم ہی دیا تھا اور اگر آپ اپنے علم کی حقیقت کو سمجھنا چاہیں تو بڑی عجیب بات ہے لیکن ہم کسی چیز کے نام کے بغیر اس کے بارے میں کچھ بھی نہیں جان پاتے۔ انسان اپنا نام رکھتا ہے، ہر چیز کو اس کے ناموں سے پہچانتا ہے، نام اس کے لیے علم کا بہت بڑا ذریعہ (Source) ہے، نام کی وجہ سے بات آگے بڑھتی ہے۔

کیا آپ مجھے کسی ایسی چیز کے بارے میں بتا سکتے ہیں جس کا کوئی نام نہ ہو؟ کوئی ایسی چیز، کوئی پودا، کوئی درخت، نباتات میں سے دیگر چیزیں، کوئی جانور یا اس کے علاوہ کچھ بھی، انسان کسی بھی چیز کو تب پہچانتا ہے جب وہ اس کا نام رکھ لیتا ہے اور ناموں سے ہی

فرق (Differentiate) بھی کرتا ہے کہ فلاں چیز فلاں سے فرق ہے۔ ناموں کے بعد اگلی چیزیں آتی ہیں اس کی خصوصیات (Characteristics)، اس کی فائدے، اس کے نقصانات اشیاء کے بارے میں یہ سب چیزیں آتی ہیں لیکن نام کے بغیر کسی چیز کی تحقیق (Research) کا کوئی فائدہ نصیب نہیں ہوتا۔ نام علم کے میدان میں پہلی چیز ہے۔

پھر اسی طرح سے رب العزت نے فرمایا:

وَاللّٰهُ عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ (آل عمران:154)

''اور اللہ تعالیٰ سینوں والی باتیں خوب جاننے والا ہے۔''

دل کی بات آپ جس سے جی چاہیں چھپالیں اپنی ماں سے، باپ سے، شوہر سے، بچے سے لیکن اللہ تعالیٰ سے نہیں چھپا سکتے اور:

ذَاتِ الصُّدُوْرِ

عربی زبان میں کہتے ہیں دلوں کی ملکہ کو

یعنی اس میں انسان کے رجحانات، اس کے خیالات، اس کی پسند ناپسند ہر ایک چیز آجاتی ہے۔ اب انسان نے چھپا کے رکھا ہے کہ اسے کیا پسند ہے اور کیا ناپسند ہے؟ انسان کا رجحان (Trend) کیا ہے؟ اپنے Trend کے بارے میں بچے ماں باپ سے بھی چھپا لیتے ہیں کہ میرا کس چیز کی جانب رجحان ہو رہا ہے؟ لیکن اللہ تعالیٰ سے نہیں چھپا سکتے۔ آپ ذرا اس کو تصور (Imagine) کر کے دیکھئے:

اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ (آل عمران:119)

''بلاشبہ اللہ تعالیٰ دلوں کی باتوں کو خوب جاننے والا ہے۔''

تو وہ سینہ جس کا علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اس کے بارے میں جب یہ یقین ہو کہ اللہ تعالیٰ سے نہیں چھپ سکتا؟ جو اس بات پر یقین (Believe) رکھتا ہے پھر:

وہاں پہ بدگمانی کیسے رہتی ہے؟

وہاں پر بغض کیسے رہتا ہے؟

وہاں پر کینہ کیسے رہتا ہے؟

وہاں پر حسد کیسے جنم لیتا ہے؟

دنیا کی محبت کیسے آتی ہے؟

غفلت کیسے آتی ہے؟

بے شک اللہ تعالیٰ سینوں کی باتیں پوری طرح جاننے والا ہے۔ بالکل پوری طرح، کچھ بھی چھپا ہوا نہیں ہے۔ مثلاً ہمیں صرف اپنے سامنے نظر آتا ہے لیکن پیچھے نظر نہیں آتا یہ ہماری حد (Limitation) ہے اور ہم سب ایک برابر ہے صرف سامنے والی چیز کو دیکھتے ہیں اس کے پیچھے جو کچھ ہے وہ ہمیں نظر نہیں آتا۔ اللہ تعالیٰ کے لیے Back بھی Front ہے اور جو کچھ اس نے ہمارے وجود کے اندر رکھا ہے کچھ بھی اس سے چھپا ہوا نہیں ہے اور نہ ہی اس سے چھپا سکتے ہیں کیونکہ:

اِنَّ اللّٰهَ عَلِيۡمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوۡرِ (آل عمران: 119)

''بلاشبہ اللہ تعالیٰ دلوں کی باتوں کو خوب جاننے والا ہے۔''

جس کو اس آیت پر یقین آجائے اس کا دل شفاف ہو جائے گا۔ وہ کوشش کرے گا اور آہستہ آہستہ سیاہ دل گناہوں سے پاک ہو جائے گا کیونکہ بدگمانی ٹھہرا نہیں سکتا، حسد ٹھہرا نہیں سکتا، کینہ اور بغض رکھ نہیں سکتا، کسی کے بارے میں وہ برا نہیں سوچ سکتا، اسے پتہ ہے دل داغدار ہو جائے گا۔ پھر تبدیلی کا آغاز کہاں سے ہوتا ہے؟ اللہ تعالیٰ کی ذات سے تعلق کے ساتھ اس کا آغاز ہوتا ہے (الحمدللہ)۔ اسی طرح سورۃ المائدہ کی آیت نمبر 97 میں فرمایا:

وَاَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ (المائدہ:97)

''اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔''

جب ہم یہ کہتے ہیں ناں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں بنایا، ہمارا وجود ہمیں عطا کیا اور وہ اس وجود کی نگہبانی کرتا ہے تو انسان کو اس سے بہت زیادہ فرق نہیں پڑتا۔ ہاں جو احسان فراموش نہیں ہے وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے اور دوسری طرف جس کو اللہ رب العزت کے احسان کا احساس نہیں ہے اسے اس بات کا فرق ہی نہیں پڑتا کہ اس نے مجھے کیا کچھ دے رکھا ہے۔ دیکھنے کی قوت دی، اس نے بولنے والی زبان عطا کی، زبان نے کب تک بولنا ہے اور کیا کچھ بولنا ہے۔ کیا آپ مجھے بتا سکتے ہیں:

آپ کی زبان نے آج کے دن پہ کون کونسی بات کرنی ہے؟

کوئی ہے جو بتا سکے آج شام تک میری زبان نے یہ یہ بات ضرور کر لینی ہے

آپ کی زبان نے آپ کی موت تک کیا کچھ بولنا ہے؟

کیا کوئی اپنے علم میں یہ بات پتہ چلا سکتا ہے؟

اللہ تعالیٰ کو وہ ساری باتیں بھی معلوم ہیں جو ہم نے موت کے وقت تک کرنی ہیں۔ وہ کیسا علم رکھنے والا ہے! ہماری زبان نے کیا کچھ بولنا ہے، ہماری آنکھ نے کیا کچھ دیکھنا ہے، ہمارے کانوں نے کیا کچھ سننا ہے، ہمارے دل نے کیا کچھ اپنے اندر رکھنا ہے وہ سب کچھ جانتا ہے۔ جب انسان غور کرتا ہے تو غور و فکر کر کے اسے اپنی عاجزی کا احساس ہوتا ہے یہ لازمی سی چیز ہے جتنا اس کے اندر اپنی بے بسی کا احساس ابھرتا ہے کہ میں کچھ نہیں چھپا سکتا اتنا ہی زیادہ وہ اللہ تعالیٰ کے آگے جھک سکتا ہے۔ اگر وہ بے بسی کے احساس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے آگے جھک جائے، سجدے میں جائے یا دعا کے لیے ہاتھ اٹھا دے کہ:

یا اللہ! تو نے مجھے پیدا کیا اور تو نے ہی مجھے علم عطا فرمایا میری قدرت میں کچھ نہیں ہے

الا یہ کہ تو قوت اور قدرت دے دے، میں بے بس ہوں اور تو زور آور ہے، میری پیشانی کے بال تیری مٹھی میں ہیں۔

جب انسان ادراک کرتا ہے تو اس کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو جاتے ہیں اور وہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے آگے بچھا دیتا ہے، یہ آغاز ہے اس کی شخصیت کے بدلنے کا۔

ایک طرف اللہ تعالیٰ کے علم، اس کی سماعت یا اس کی کسی بھی صفت کی حقیقت کو کھولتے جانا، پرت پرت کر کے اس میں غور وفکر کرنا اور دوسری طرف اس کے اعلیٰ ہونے کے مقابلے میں، کمال والا ہونے کے مقابلے میں اپنی بے بسی کو پاتے چلے جانا۔ اپنی بے بسی کو اور اس کی عظمت کو دیکھیں گے تو اس کے آگے جھک جائیں گے۔ لیکن اگر آپ نے اپنے آپ کو بیچ میں سے الگ کرلیا اور اپنے بارے میں نہ سوچا تو پھر جھکیں گے کیسے؟ اس لیے اپنی بے بسی کو بھی سوچنا پڑتا ہے کہ ہم تو اتنی آواز سن سکتے ہیں جتنی قوت دی گئی اور اگر اس سے زیادہ آواز ہو تو کان کے پردے پھٹ جائیں گے اور ایک وقت میں دو آوازوں کو الگ الگ (Differentiate) کرنا بھی مشکل ہو جاتا ہے۔ ایک وقت میں دو لوگوں کی بات کو صحیح طریقے سے سمجھ نہیں پاتے اور دیوار کے پار کوئی بولے تو سمجھ نہیں آتی ہمارا علم اتنا محدود (Limited) ہے کیونکہ صلاحیتیں اور قوتیں محدود (Limited) ہیں اور جو چیز علم میں آ بھی جاتی ہے اس پر بھی اختیار نہیں ہوتا۔ اختیار اسی کا ہے تو پھر ڈگیں ڈال دیں، اپنے آپ کو اس کے آگے بچھا دیں۔

جو کچھ حشر کے میدان میں بھی ہونے والا ہے انسان نے جو جو کچھ کہنا ہے اللہ تعالیٰ اسے بھی جانتے ہیں۔ قبر کی زندگی میں ہمارے ساتھ کیا بیتنے والی ہے، اللہ تعالیٰ اسے بھی جانتے ہیں۔ درختوں کا کوئی پتا ایسا نہیں ہے جو درختوں سے جدا ہو جاتا ہے جس کو ربّ نہ جانتا ہو۔ آپ نے کبھی خزاں کے موسم میں دیکھا ہے کتنے پتے گرتے ہیں؟ جب آپ دیکھیں تو

اپنے آپ کو مخاطب کر کے کہیں ان میں سے کوئی پتا ایسا نہیں ہے جس کو اللہ تعالیٰ نہ جانتا ہو۔

یہ پڑھانے والی چیزیں نہیں ہیں اصل میں یہ برتنے والی چیزیں ہیں، پیغام (Message) دینے والی چیزیں ہیں۔ان میں سے کوئی پتا ایسا نہیں ہے جس کو میرا رب نہ جانتا ہو، کتنے پھول ہیں جو دنیا میں کھلتے ہیں کیا آپ مجھے ان کی تعداد بتا سکتے ہیں؟ آج کے دن پہ کتنے پھول کھلیں ہیں؟ اللہ تعالیٰ ان کی تعداد کے بارے میں جانتا ہے۔آج کے دن پہ کتنی عورتیں حاملہ ہوئی ہیں؟ اللہ تعالیٰ اس کے بارے میں پورے طریقے سے جانتے ہیں۔کوئی انسان اس کے بارے میں نہیں جان سکتا آج کے دن کتنے لوگوں کی وفات ہوئی ہے یا ہو چکی؟ کتنے لوگ آج پیدا ہوں گے نہیں جانتے۔ذرا اس کے علم کو تو دیکھئے وہ کس کس چیز کا علم رکھتا ہے کوئی چیز اس کے علم سے باہر نہیں ہے۔

انسان ظاہر کی طرف دیکھتا ہے اور جو چیز چھپی ہوئی ہو اس کو تصور (Imagine) نہیں کر پاتا تو اللہ تعالیٰ کی صفات کے بارے میں جب جانیں گے (ان شاء اللہ) جتنا زیادہ آپ کے دل کے اندر راسخ ہوں گی تو ظاہر سے پھر بلاتر ہو جائیں گے۔جب انسان علم سیکھ رہا ہوتا ہے تو اسے استاد کی نظروں سے بھی اس کے (Gesture)، حرکات وسکنات سے بھی، اس کی آواز سے بھی ان چیزوں کی حقیقت سمجھ آتی ہے۔اس لیے کہ توجہ اس جانب ہوتی ہے لیکن استاد کی جانب توجہ ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ دراصل اللہ تعالیٰ کی جانب توجہ نہیں، اصل توجہ تو اسی کی جانب ہے اور اسی کے لیے آپ یہاں آ کر بیٹھے ہیں۔لیکن قدرتی طور پر (Naturally) جب اس کا علم کسی کے واسطے سے مل رہا ہے تو جو چیز درمیان میں آتی ہے وہ نظر تو آتی ہے اس کو ہٹائیں کیسے؟

ایسا کب ہو سکتا ہے؟ جب آپ اپنی باتوں سے زیادہ رب کی باتیں کریں۔آپ اپنے رب کی باتیں کرتے ہیں؟ آپ شعوری طور پر (Consciously) اللہ تعالیٰ کے علم

کے بارے میں باتیں کریں، اللہ تعالیٰ کے العلیم ہونے کے حوالے سے اور یہ بہت زیادہ آپ کی آپ کے لیے(Helpful) ہوگا (ان شاء اللہ تعالیٰ)۔

آپ لوگ اللہ تعالیٰ کے بارے میں ہے کوئی چھوٹی چھوٹی نظمیں (Poems) یاد کر لیں وہ انسان کو بہت زیادہ فائدہ دیتی ہیں۔ آپ کو بھی ان سے بہت فائدہ ہوگا (ان شاء اللہ) کیونکہ یہ آپ کی تنہائیوں میں بھی آپ کی مدد کریں گی، گنگناہٹوں میں اور پھر بار بار آپ انہیں زبان پہ لائیں گے، کبھی اکیلے میں، کبھی سب کے سامنے تو اس نظم کے اندر جو پیغام (Message) ہے وہ آپ کو اللہ تعالیٰ کے قریب کر دے گا (ان شاء اللہ)۔

اسی طرح سے آپ آیات اور احادیث اس کو خوبصورت انداز میں پڑھنا سیکھیں اور یاد کر لیں۔ جتنی آیات اللہ تعالیٰ کے ''العلیم'' ہونے کے حوالے سے ہیں ان کو ضرور یاد کریں اور یہ یاد کرنا ایسا نہیں ہے جو امتحانی نقطۂ نظر سے ہو بلکہ آپ محبت کرنا چاہتے ہیں تو محبت کے لئے یاد کریں۔ میں یہ چاہتی ہوں ان کو آپ دل کی محبت کے ساتھ، پورے شوق کے ساتھ یاد کریں، ان کو آپس میں ایک دوسرے کو ضرور سنائیں اور جیسے انسان خود کلامی کرتا ہے، گنگناتا ہے تو خود کلامی کی صورت ان آیات کو اندر باہر، آتے جاتے، اٹھتے بیٹھتے گنگناہٹوں میں لے آئیں۔ پھر آپ کو ان پر غور و فکر کرنا آئے گا، آپ کے پاس کوئی چیز تو ہونی چاہیے جس کی وجہ سے آپ کا ذہن کام کرنا شروع کرے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اپنی ذات کے بارے میں غور و فکر کرنے کا ہمیں شوق لگا دے اور اپنی محبت ہمارے دلوں میں ڈال دے۔ جس کی وجہ سے دنیا و آخرت میں ہمیں اس کا قرب نصیب ہو (آمین)۔

آپ اس کتاب کے آڈیو اور ویڈیو کورس سے بھی فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔